مرتب : غلام مصطفیٰ دائم

گردِ کارواں

کنہیا لال کپور

مکتبۂ جدید لاہور

مہندر ناتھ کے نام

⊙

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

فیض

ترقی پسند غالب

پہلا منظر

(باغِ بہشت میں مرزا غالب کا محل۔ مرزا دیوان خانہ میں مسند پر بیٹھے ایک پری زاد کو کچھ لکھوا رہے ہیں۔ ساغر و مینا کا شغل جاری ہے۔ ایک حور ساقی کے فرائض انجام دے رہی ہے)

(منشی ہر گوپال تفتہ داخل ہوتے ہیں)

تفتہ۔ آداب عرض پیر و مرشد۔ یہ آج پری زاد سے کس قسم کا انتقام لیا جا رہا ہے کہ اُسے اچھا خاصا کاتب بنا دیا۔

غالب۔ آؤ آؤ مرزا تفتہ، بہت دنوں کے بعد آئے ہو۔ بھئی بیٹھو۔ کچھ اپنی کہو، ہماری سنو۔

تفتہ۔ لیکن بندہ نواز یہ سلسلہ کیا ہے؟ کیا کوئی تازہ غزل لکھوائی جا رہی ہے؟

غالب۔ جنّت اور تازہ کلام! میاں جہاں دودھ اور شراب کی نہریں ہوں، حوریں اور پری زاد زُلفِ سیاہ رُخ پہ پریشاں کئے ہر وقت چشم براہ اور گوش بر آواز ہوں وہاں احساسِ ناامیدی کہاں، اور اس کی عدم موجودگی میں سازِ غزل سے کوئی نغمہ اُبھرے یا پھوٹے یہ کس طرح ممکن ہے۔ واللہ کیا دن تھے وہ بھی، جب شراب کے ایک ایک جرُعے کو ترستے تھے۔ قرض کی مے پینے میں کتنا مزا تھا۔ جب......

تفتہ۔ قطع کلام معاف مرزا صاحب، کل ریاض خیر آبادی سے اس موضوع پر ایک شعر سنا بخدا لطف آگیا۔

غالب۔ ارشاد۔

تفتہ۔ اپنی یہ وضع اور یہ دشنام مے فروش
سُن کے جو پی گئے یہ مزا مُفلسی کا تھا

غالب۔ سبحان اللہ کیا تیور ہیں شعر کے۔ خدا خوش رکھے ریاض کو، خمریات میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ لیکن رہا مولوی ہی ساری عمر۔ ظالم نے جنت میں آ کر بھی نہیں چکھی۔

تفتہ۔ باتوں باتوں میں میرا سوال تو آپ فراموش ہی کر گئے۔ میں نے عرض کیا تھا پری زاد سے کیا لکھوایا جا رہا ہے؟

غالب۔ کوئی نئی چیز نہیں یونہی اپنی چند غزلوں کو بنانے کے لئے بیٹھ گیا۔ سوچا بیکار مباش۔

تفتہ۔ گستاخی معاف حضور۔ لیکن ان غزلوں میں اصلاح کی گنجائش کہاں ہے۔ سونے پر سہاگہ کرنے کی ٹھانی ہے کیا؟

غالب۔ گنجائش اس طرح نکل آئی کہ ان میں رجعت پسندی کے کافی عناصر ہیں۔ انھیں ترقی پسند سانچے میں ڈھال رہا ہوں۔

تفتہ۔ خوب، خوب! تو جنت میں آنے کے بعد آپ کو ترقی پسند بننے کا شوق ہوا ہے۔ خدارا اپنے پہ نہیں تو اپنے عزیزوں پر رحم کیا ہوتا۔

غالب۔ بھئی بات تو تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن ہوا کے رُخ کو بھی تو دیکھنا پڑتا ہے۔

تفتہ۔ (طنزاً) ~ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔

غالب۔ اور ہم اگر جواب میں کہیں ~ کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کے لئے۔

تفتہ۔ حضور! خدا کے لئے بیان میں مزید وسعت پیدا کرنے سے احتراز فرمایئے بیچارے نقاد پہلے ہی کافی پریشان ہیں۔ اگر اصلاح شدہ کلام کی شرح لکھنی پڑی تو خیر و عافیت معلوم ہو جائے گی۔

غالب ۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ کلام دارالبقا میں رہے گا ۔

تفتہ ۔ تو اس سے آپ کا مطلب تو حل ہو گا نہیں دارالمکافات کے نقاد آپکا شمار ترقی پسند شعرا میں کرنے سے تو رہے ۔

غالب ؎ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے ۔

تفتہ ۔ بجا ارشاد ہوا قبلہ ! ایک سوال بڑی دیر سے میرے ذہن میں چٹکیاں لے رہا ہے ۔ اجازت ہو تو عرض کر دوں ۔

غالب ۔ بلا تامل کہیئے ۔

تفتہ ۔ جنت کی حقیقت تو آپ کو معلوم ہو گئی ۔ کبھی جنت میں دلی کی بھی یاد آئی ، خاص کر محلہ بلی ماراں کی ؟

غالب ۔ محلہ بلی ماراں ! آہ مرزا تفتہ ۔ یہ تم نے کس کی یاد دلا دی ؎
اک تیر میرے سینے پہ مارا کہ ہائے ہائے
خدا گواہ ہے دہاں سے آئے ہوئے نوے برس ہونے کو آئے لیکن محلہ بلی ماراں کا نقشہ دن رات میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے ۔

تفتہ ۔ تو کیوں نہ ایک آدھ دن کے لئے دلی کی سیر کی جائے ۔ یہاں رہتے رہتے طبیعت اوب گئی ہے ۔ نہ مشاعرے نہ مجلسیں ، نہ نوک جھونک ، نہ لطیفہ بازی ۔ بس ہر طرف شہد اور دودھ کی نہریں ، ادھر ان پر بھنبھناتی ہوئی مکھیاں ۔

غالب ۔ لیکن دہاں جائیں تو کیسے ۔ نہ تقریب ، نہ دعوت نامہ ۔ اور پھر دلی میں ہمیں کون پوچھے ، کون سمجھے گا ۔

تفتہ ۔ یہ بات تو نہیں جناب ، دلی کیا سارے ہندوستان میں آپ کے لاکھوں پرستار

موجود ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے پنڈت ہری چند اختر وہاں سے تشریف لائے ہیں انھوں نے وہ وہ قصّے سنائے کہ طبیعت مچل مچل گئی۔

غالب۔ اچھا، کچھ ہم بھی سنیں، کیا کہا انھوں نے؟

تفتہ۔ دلّی میں آپ کا شاندار مزار تعمیر کیا گیا ہے۔ ایک فلم آپ کی زندگی پر بنائی گئی ہے اور آپ کا دیوان دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا گیا ہے۔

غالب۔ جزاک اللہ، اور یہ اس غالب کی عزت افزائی کی گئی ہے جسے ساری عمر یہ شکایت رہی ؎ ہم نے مانا کہ دلّی میں رہیں کھائیں گے کیا

تفتہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ آپ کی وفات حسرت آیات کے منتظر تھے۔ جونہی آپ اللہ کو پیارے ہوئے قدر افزائی کے ڈونگرے برسنے لگے۔

غالب۔ یہ بات تھی تو ہمیں ہلکا سا اشارا کر دیا ہوتا۔ ہم برسوں پہلے سفرِ آخرت اختیار کر لیتے۔

تفتہ۔ تو فرمایئے۔ دلّی چلئے گا۔ اختر صاحب کی زبانی پتا چلا کہ لال قلعہ میں عظیم الشان مشاعرہ ہو رہا ہے۔

غالب۔ لال قلعہ! مشاعرہ!! یہ تو گویا دو آتشہ ہے۔ بھئی ضرور چلیں گے۔

دوسرا منظر

(لال قلعہ دلّی کے دیوانِ عام میں غالب کی یاد میں ایک مشاعرے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ شعرا اسٹیج پر جلوہ افروز ہیں۔ سامعین بے تابی سے کاروائی شروع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسٹیج سیکرٹری مائیک کے سامنے آتا ہے)

اسٹیج سیکرٹری۔ صاحب صدر، خواتین و حضرات! یہ مشاعرہ اقلیم سخن کے اس

شہنشاہ کی یاد میں منعقد کیا گیا ہے جسے مرزا اسد اللہ غالب کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو اسی لال قلعہ کی محفلوں میں بارہا غزل سرا ہوا اور جس کے کلام نے عوام کے علاوہ مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار کو محظوظ و مسحور کیا۔ کاش وہ آج ہمارے درمیان موجود ہوتا اور اپنی غزل سرائی سے ہمارے دلوں کو گرماتا۔

ایک آواز۔ حضرت، آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ میں تو آپ کے درمیان موجود ہوں۔
(سامعین میں ہلچل سی مچ جاتی ہے سب پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھتے ہیں)

ایک اور آواز۔ میں ہرگوپال تفتہ بڑی مسرت سے آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں غالب بہ نفس نفیس اسٹیج پر تشریف لا رہے ہیں۔

(مرزا غالب اور منشی ہرگوپال تفتہ اسٹیج کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ سامعین کھڑے ہو کر آداب بجا لاتے ہیں۔ صاحبِ صدر اور اسٹیج سیکرٹری مرزا اور تفتہ کے حق میں دست بردار ہو جاتے ہیں)

غالب۔ (کرسئ صدارت پر بیٹھنے کے بعد) بھئی تفتہ! شمع بردار کہاں ہے۔ اس سے کہو کہ شمع کسی ترقی پسند شاعر کے سامنے لائے۔

ایک شاعر۔ گستاخی معاف مرزا۔ ہمارے مشاعروں میں شمع بردار نہیں ہوتا۔ ہم بجلی کے لیمپ کی روشنی میں مائیک کے سامنے اپنا کلام پڑھتے ہیں۔

غالب۔ تو پھر شروع کیجیے۔ یہ دونوں چیزیں تو موجود ہیں۔

مصائب دہلوی۔ غزل سماعت فرمایئے۔

غالب۔ بھئی کوئی ترقی پسند نظم سنایئے، آخر ہم جنت سے غزل سننے کے لئے تو نہیں آئے۔

مصائب دہلوی۔ معاف کیجئے مرزا نظم سے تو میں تائب ہو چکا ہوں

غالب۔ ہائیں۔نظم سے توبہ کرلی۔آخر کیوں؟
مصائب دہلوی۔ وجہ بیان کیے دیتا ہوں۔عرض کیا ہے۔

غزل سے بدکنا
غزل سے بھڑکنا
مرا اک معمول سا ہو گیا تھا
میں لکھتا تھا نظمیں
جنہیں اہل محفل
بجھارت پہیلی معمّا سمجھتے
سمجھتے نہ کچھ بھی بس اتنا سمجھتے
مگر میں نے دیکھا
کہ نظموں میں میری
نہیں مغز کوئی
یہ نظمیں کُجا، محض تھی جعل سازی
کہ پڑھ کے انہیں شہر کا کوئی قاضی
پکارے "الٰہی یہ کیا بک رہا ہے
کہ لاحول پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔"
میں جب بھی کوئی نظم
محفل میں پڑھتا
تو دانتوں تلے انگلیاں

واب کر سب
کنکھیوں سے یوں دیکھتے میری جانب
کہ جیسے ہو احساسِ رحم ان میں پیدا!
کسی نیم پاگل کسی سر پھرے پر!
بالآخر یہ سوچا
کہ حد مسخرہ پن کی ہوتی ہے کوئی
چنانچہ غزل کی طرف لوٹ آیا
بچایا مجھے شکر تیرا خدایا

غالب۔ خوب، بہت خوب۔ تو گویا شام کا بھولا صبح کو گھر لوٹ آیا۔ لیکن صاحب ہم غزل نہیں سنیں گے۔

مصائب دہلوی۔ اگر آپ نظم ہی سماعت فرمانا چاہتے ہیں تو پھر حضرت جدت لکھنوی سے کہیے کیونکہ وہ ترقی پسندوں کے سالار ہیں۔

غالب۔ جدت لکھنوی اسٹیج پر تشریف لائیں۔

جدّت لکھنوی۔ مرزا صاحب! مصائب دہلوی نے تو صرف نظم سے توبہ کی ہے میں نے شاعری سے توبہ کر لی ہے۔

غالب۔ تعجب، آخر اس انقلاب کی وجہ؟

جدت لکھنوی۔ اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو وجہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں۔

غزل سے مجھے اس لئے دشمنی تھی
کہ آسان نہیں ہے غزل اچھی کہنا

بڑا مارنا پڑتا ہے اس میں پتا

بڑی دور کی لانا پڑتی ہے کوڑی

جو سچ پوچھئے ایک نشترِ غزل کا

ہے سو لاکھ بے کیف نظموں پہ بھاری

مگر چاہتی ہے غزل وہ ریاضت

کہ جس کے تصور سے لرزہ ہو طاری

چنانچہ بڑے چھوٹے "مصرعے" ملا کر

میں لکھتا رہا ایسی مہمل سی نظمیں

کہ پڑھ کے جنھیں آئے قاری کو غصّہ

پڑھی نظم دلی کی مجلس میں مَیں نے

تو مزدور نے ایک یوں مجھ کو ٹوکا

"ابے دیکھ تو تُو یہ کیا کر رہا ہے"

اسی دن سے کی میں نے نظموں سے توبہ

کہ مشکل بہت شاعری کا ہے شعبہ

چنانچہ میں خاموش ہوں چھ برس سے

فقط اللہ ہو اللہ ہو کر رہا ہوں

غالب - آپ کی معذرت بجا۔ لیکن اگر آپ بھی رضامند نہیں تو پھر نظم پڑھنے کے لئے کس سے کہا جائے ؟

جدت لکھنوی - بقولہ حیدر آبادی جو ہیں -

غالب - بسولہ حیدر آبادی تشریف لائیں۔

بسولہ حیدر آبادی - مرزا صاحب۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ میں آپ کو غزل یا نظم سناؤں گا تو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ یہ شغل تو مدت سے ترک کر رکھا ہے اگر چاہیں تو فضا میں ہتھوڑا یا درانتی لہرا کر دکھا سکتا ہوں۔

غالب - خدانخواستہ، کہیں ہمارا سر پھوڑنے کا ارادہ تو نہیں۔

بسولہ حیدر آبادی - تسلی فرمایئے، ایسی کوئی بات نہیں۔

غالب - لیکن آپ نظم سنانے سے کیوں گریز کر رہے ہیں؟

بسولہ حیدر آبادی - بات دراصل یہ ہے مرزا کہ شاعری ایک بیکار مشغلہ ہے، پھر جو بات ہتھوڑے میں ہے وہ قلم میں کہاں۔

غالب - معاف کیجئے، میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

بسولہ حیدر آبادی - مطلب ابھی واضح کئے دیتا ہوں۔ عرض کیا ہے؟

کبھی قلم ہاتھ میں تھا میرے
غزل بھی کہہ لیتا تھا میں خاصی
نہ جانے کیا میرے دل میں آئی
کہ توڑ ڈالا قلم کو ساتھی
پکڑ کے ہاتھوں میں اک ہتھوڑا
ادب کی تخلیق کر رہا ہوں
ہتھوڑے سے یعنی لکھ رہا ہوں
ادب برائے بہ ماسکو ہے

نہیں ادب یہ برائے وِتی
میں صاف اعلان کر رہا ہوں
کہ بن گئی ہے مرکھنی گائے
ہوا جو کرتی تھی بھیگی بلی
قسم مجھے گورکی کی ساتھی
ادب کو رہنے ادب نہ دوں گا
قسم مجھے ایلیا کی ساتھی
میں شاعری تو نہیں کرونگا
لگاؤں گا میں ادب میں نعرے

کہ آرہا ہے نیا سویرا
کہ شاعری ختم ہو چکی ہے
درانتیاں گیت گا رہی ہیں

غالب۔ع یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ کوئی شاعر نظم سنانے کو تیار نہیں۔ (تفتہ سے)
اچھا بھئی تفتہ مائیک پر اعلان کر دیجئے کہ اگر کوئی صاحب نظم سنانا چاہتے ہیں
تو اسٹیج پر آجائیں۔

تفتہ ۔ ہاں صاحب۔ ہے یہاں کوئی نظم گو شاعر؟

شعرار کوئی نہیں کوئی نہیں۔ ہم سب اب غزل گو ہو چکے ہیں۔

تفتہ ۔(غالب سے) تو پیر و مرشد، آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیے۔

غالب۔ حضرات! ادھر چند دنوں سے دو تین ترقی پسند نظمیں کہی ہیں انھیں پیش کرنے کی جسارت

کرتا ہوں۔

شعراء ۔ ارشاد قبلہ!

غالب ۔ عرض کیا ہے ؎

ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار کس کی حاجت روا کرے کوئی

شعراء ۔ سبحان اللہ کیا بات پیدا کی ہے۔

غالب ۔ آداب عرض ۔ شعر ہے ؎

جان تم پر نثار کرتا ہوں شرم تم کو مگر نہیں آتی

اور ؎ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

ابر کیا چیز ہے ، ہوا کیا ہے

شعر ہے ؎ موت کا ایک دن معین ہے

اور درویش کی صدا کیا ہے

اور صاحب آخری شعر ہے ؎

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

تفتہ ۔ جواب نہیں حضور اس ترقی پسندی کا ، قبلہ اب دوسری نظم بھی عطا فرمائیے۔

غالب ۔ دوسری نظم ابھی نامکمل ہے ۔ صرف تین شعر ہوئے ہیں۔

تفتہ ۔ ارشاد۔

غالب ۔ عرض کیا ہے ؎

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

شعراء ۔ واہ واہ کیا بے نظیر شعر ہے۔

غالب۔ ؎ اسدؔ بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

تفتہ ۔ واللہ کہاں تان توڑی ہے قبلہ، کیا نازک خیالی ہے۔

غالب۔ اور تیسرا شعر ہے ؎
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

تفتہ ۔ مرحبا، یہ آپ کا ہی حصہ ہے مرزا صاحب، ندرت بیان کی داد نہیں دی جاسکتی۔

غالب۔ آداب عرض۔ تو حضرات اب مجلس برخاست کی جاتی ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ کافر کے علاوہ سب کفار مسلمان ہو چکے ہیں، یعنی غزل گوئی کی طرف لوٹ آئے ہیں اور خاکسار جب سے جنت آشیانی ہوا ہے۔ غزل کہنے یا سننے کی تاب نہیں لاسکتا (تفتہ سے) بھئی تفتہ مائیک پر اعلان کر دو کہ سامعین اور شعراء تشریف لے جاسکتے ہیں۔

تفتہ ۔ خواتین و حضرات! پیرو مرشد کا ارشاد آپ نے سن ہی لیا۔ آپ آرام کیجیے۔ خاکسار اور مرزا بھی مزارِ غالب پر فاتحہ پڑھنے جائیں گے۔ ہو سکا تو سیکنڈ شو میں فلم "مرزا نوشہ" بھی دیکھیں گے۔

الوداع ، شب بخیر